

اسلاف کے علمی اسفار کی داستان

مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی

علوم و فنون کا بیش بہا خزانہ ہم تک یونہی نہیں پہنچا، ان کو جمع کرنے میں سہارے اسلاف نے بے پناہ صبر، استقامت، جانکاهی اور دلسوزی کا ثبوت دیا ہے؛ راہ طلب کی صعوبتوں، مشقتوں کو جھیلا اور طلب علم میں خاندان و وطن کو چھوڑا، برسوں در، در کی خاک چھانتے رہے اور سرمایہ علم و فن جمع کرتے رہے۔ آج کے طلبہ عزیز اور عام و خاص مسلمانوں کے لیے ان نفوس قدسیہ کی داستانِ دلنواز باعثِ فخر و ناز اور عزم و حوصلہ کو جواں کرنے کا سبب ہوگی۔ مستند مصادر و مراجع سے منتخب اسلاف کے یہ چند واقعات پیش ہیں، جن کو پڑھ کر اسلاف کی علم کی خاطر قربانیوں سے آگاہی حاصل ہوگی۔

حافظ حدیث ابو عبد اللہ محمد بن مندہ کے علمی اسفار (ولادت ۳۱۰ھ، وفات ۳۹۵ھ)..... حافظ حدیث شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مندہ محدثین کبار اور ثقہ رواۃ میں سے ہیں، تفسیر و حدیث، فقہ و تاریخ اور علوم اسماء الرجال کے ماہرین میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی جلالتِ شان اور رفعتِ مکان کا اعتراف علوم تفسیر و حدیث کے شیوخ و حفاظ نے کیا ہے، علمی طبقہ میں ”حافظ ابن مندہ“ کے نام سے مشہور و معروف ہیں اور دنیا کی سیاحت، علوم و فنون کی تحصیل میں مسلسل سرگرداں رہنے کی وجہ سے ”جولۃ الارض“ کہلاتے ہیں۔ کثرتِ تصانیف و تالیفات میں اپنا امتیازی مقام رکھتے ہیں اور احادیث کی کتابت کر کے محفوظ رکھنے میں، نمایاں حیثیت کے حامل ہیں، ہزاروں صفحات خود اپنے ہاتھوں سے لکھے، جن شیوخ کی خدمت میں سماعت حدیث کے لیے حاضر ہوتے ان کی لہر و بات کو قلم بند کر لیتے تھے، خود ان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے شیوخ کی روایات کو سن کر پانچ ہزار ”مصن“ تحریر کیے (مصن صیاد کے زیر اور زبر کے ساتھ ایک صن کاغذ کے دس بڑے اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے) جب اپنے طویل تر علمی اسفار سے واپس آئے تو ان کے ساتھ کتابوں کے چالیس

بنڈل تھے، حافظ ابن مندہ کا کہنا ہے کہ میں نے مشرق و مغرب کا دوسرے پھر لگایا۔

حافظ ابن مندہ نے اپنے وقت کے تمام شہرہ آفاق ائمہ کبار اور محدثین و مجتہدین سے شرف ملاقات حاصل کیا اور ان کے بحار علوم و فنون سے جرعه کشی کی، طلب کی راہ میں نکلے تو ہر قسم کی تکالیف کا صبر و استقامت کے ساتھ سامنا کیا، بھوک و پیاس اور صعوبت و مشقت برداشت کی؛ مگر تحصیلِ علم کا ایک سودا سر میں سایا تھا، نہ رات کو رات جانا نہ دن کو دن، بس جنونِ علم تھا، جو بادیہ بیابانی پر براہِ یغیہ کرتا تھا، جس علاقہ یا ملک میں کسی شیخ کا چشمہ فیض جاری ہوتا، وہاں سیراب ہونے کے لیے چلے جاتے تھے، محققین نے ان کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ایک ہزار سات سو سے متجاوز بتائی ہے۔

غور کیجیے، یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب آمد و رفت کے وسائل محدود تھے، جنگل و بیابان کی بھرمار تھی، ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر جان جو حکم میں ڈالنا تھا، پھر آج کی طرح مدارس و جامعات کا جال بھی نہیں بچھا تھا، محدثین و علماء کرام عام طور پر اپنے شہروں اور قصبات کی مساجد یا اپنی قیام گاہ میں درس دیتے تھے، قیام و طعام کو کوئی بندوبست نہیں ہوتا تھا؛ مگر طالبین و شاغبات کا ہجوم پروانہ دار علوم و فنون کی ان شمعوں پر ٹوٹا تھا، سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ حاضر درس ہوتے تھے، انھیں میں ابن مندہ جیسے غریب الوطن طلبہ بھی شامل ہوتے تھے، جو اپنے قیام و طعام کا انتظام خود کرتے تھے۔

ذرا حافظ ابن مندہ کی جانفشانی کا تصور کیجیے، درس کے ان حلقوں میں پہنچنا، درس سنا، یاد کرنا اور لکھنا پھر ان سب کو لے کر دوسرے لمبے سفر پر روانہ ہو جانا، دوسرے شیخ کے حلقہ درس میں شریک ہونا اور وہاں پر بھی انھیں معمولات کا اعادہ کرنا، قیام و طعام کا نظم کرنا، کتنے سخت مراحل طے کرتے تھے، تحصیلِ علوم کی اس لگن کی مثال ہمارے اسلاف کے سوا کون پیش کر سکتا، ابن مندہ کے شیوخ و اساتذہ کی کثیر تعداد ان کے عزم و حوصلہ اور شوقِ طلب کی گواہی دیتی ہے کہ وہ آسمانِ علم فون کے درخشاں ستاروں اور بحرِ تفسیر و حدیث کے شادروں کی قدردانیت پہنچاتے تھے، ان کے جواہر پاروں سے اپنے دامن مراد کو بھر لینا چاہتے تھے، ورنہ علوم اسلامیہ کا گراف قدرِ ذخیرہ ہم تک نہ پہنچ پاتا۔

حافظ ابن مندہ نے اپنا پہلا علمی سفر تیس سال کی عمر میں ۳۳۰ھ میں کیا تھا، نیشاپور پہلی منزل تھی، کئی سال تک علمائے نیشاپور کے حلقہ درس میں شرکت کرتے رہے، جب ہر ممکن طور علمی تشنگی بجھائی تو ۳۶۱ھ میں بخارا روانہ ہوئے، جو علماء و محدثین کا مرکز تھا، وہاں خوب خوب سیراب ہوئے اس کے بعد دوسرے شہروں کا سفر شروع کیا۔ در، در کی خاک چھانتے ہوئے ۳۷۵ھ میں گھر واپس ہوئے۔ ۶۵ سال کا سن تھا، جب گئے تھے تو جوان رعنا تھے، واپس آئے تو بوڑھے تھے، پینتالیس سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا جو غریب الوطنی میں بسر ہوا، تقریباً نصف صدی تک کمالِ علم پیدا کرتے رہے، تبھی تو یگانہ روزگار بنے۔

طلب کی راہ میں گر بیخودی نہیں ہوتی قسم خدا کی، خدا آگہی نہیں ہوتی

ان کے صاحبزادے شیخ ابو زکریا بن حافظ ابن مندہ کہتے ہیں کہ ”میں اپنے چچا عبداللہ کے ساتھ نیشاپور جا رہا تھا، جب بیرجہ نامی ایک جگہ پر پہنچے تو پچانے کہا: میں اپنے والد کے ہمراہ خراسان سے لوٹ رہا تھا، جب اس مقام پر پہنچے تو ہم نے اچانک چالیس بڑے بڑے گھڑ رکھے دیکھے، گمان ہوا کہ کپڑوں کے پارسل ہیں پھر جب قریب پہنچے تو خیمہ میں ایک شیخ کو دیکھا، جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ تمہارے والد حافظ ابن مندہ تھے، قافلہ والوں میں سے کسی نے گھڑوں کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا: ”ان میں وہ متاع خاص ہے، جس سے اس زمانہ کے لوگوں کو بہت کم رغبت ہے، یہ احادیث رسول کے مجموعے ہیں“ شیخ ابو زکریا کہتے ہیں کہ اس کے بعد چچا جان شیخ عبداللہ نے کہا کہ جب میں واپس خراسان سے وطن آ رہا تھا تو میرے پاس بھی بیس بڑے گھڑ تھے تمہارے والد کی پیروی میں، میں نے بھی بیرجہ میں قیام کیا تھا۔ (بحوالہ تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۳)

امام ابن نجار بغدادی کے علمی اسفار (ولادت ۵۷۸ھ، وفات ۶۳۳ھ)..... علوم نبویہ کی تحصیل اور فن حدیث کی تکمیل میں غریب الوطنی اختیار کرنے اور کثرت اسفار کی مثال قائم کرنے والوں میں محدث زمانہ، مورخ اسلام، رئیس القراء، حافظ حدیث نجیب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمود ابن نجار بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں، محدثین کے حلقوں اور قراء کے زمرہ میں ابن نجار بغدادی کا پایہ بہت بلند ہے، علمائے کرام میں امام ابن نجار بغدادی کے نام سے مشہور ہیں۔ ستائیس سال تک راہ طلب میں سرگرداں رہے اور ”طواف الارض“ کہلائے، عمر عزیز کا دسواں سال تھا کہ حدیث نبوی کی سماعت شروع کی، پندرہ سال کی عمر میں شاہراہ علم کے راہرو بن چکے تھے، ائمہ احادیث اور فقہائے عصر کے علمی مراکز ان کے پڑاؤ تھے، ان کی علمی سیاحت کا دائرہ بہت وسیع ہے اپنے عہد و زمانہ کے ماہرین علم فن اور ائمہ حدیث وفقہ سے کسب فیض کی دھن، ہمدان کو متحرک و سرگرم سفر رکھتی تھی، سماعت حدیث کے ساتھ ساتھ کتابت کا بھی معمول تھا، اپنے وقت کے تمام مروجہ علوم فنون میں رسوخ رکھتے تھے۔

امام یحییٰ بن بوش، محدث عبدالنعم بن کلیب اور علامہ ابن الجوزی جیسے یکتائے زمانہ، ائمہ محدثین کے منہل علم سے جی بھر کر سیراب ہوئے اور مختلف شہروں کے علماء و شیوخ سے ملاقات کر کے ان سے کسب علم کرتے تھے، اصفہان کا سفر کیا، ابو شیخ عین الغمیس ثقفی سے استفادہ کیا، وہاں سے زحمت سفر باندھا، تو نیشاپور پہنچے اور شیخ الاسلام موبد کی خدمت میں رہ کر تحصیل حدیث کرتے رہے، جب وہاں سے روانہ ہوئے تو ہرات منزل تھی، جہاں امام ابو روح کا دریا علم فن رواں تھا، اس سے اپنی تشنگی بجھائی، پھر علماء وفقہائے مصر و شام کی بارگاہ علم میں حاضر ہوئے اور برسوں فیض اٹھاتے رہے، اسی کے ساتھ تفسیر و حدیث اور فقہ و تاریخ کا علمی ذخیرہ جمع کرتے رہے، کتابت کا معمول تھا ہی، فن قرأت میں بھی درجہ کمال کو پہنچے، بلاد اسلامیہ کا کوئی معروف شہر نہیں بچا، جہاں امام ابن نجار کے قدم نہ پڑے ہوں اور وہاں کے علماء و قراء اور فقہاء سے فیض نہ اٹھایا ہو۔

ان کے تباہ روزگار شمار کردید ابن السباعی کا کہنا ہے کہ میرے شیخ امام ابن نجار بغدادیؒ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد تین ہزار ہے اور یہ سب پورے بلاد اسلامیہ میں لوہ و مروجان کے مثل بکھرے ضوفشانی کر رہے تھے، جس کی زندگی کے ستائیس سال راہ طلب میں گزرے ہوں وہ اپنے سرمایہ علم کو محفوظ رکھنے کی کتنی فکر کرے گا، ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ امام ابن نجار بغدادی نے بھی اپنے پیش روائے کی طرح تحصیل علم میں ہر قسم کے شدائد و مصائب اور مشکلات کا ختمہ پیشانی سے سامنا کیا، کوہ بیاباں کی خاک چھانی، عشق رسول ﷺ میں سرشار، سماعت حدیث کے لیے جان کا بی ان کا شیوہ تھا، پھر ان کو ضبط تحریر میں لانا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی علمی و دینی میراث ان کی امت تک پہنچا سکیں، امام ابن نجار بغدادی تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، وہ کثیر التصانیف عالم و فاضل امام ہیں، ان کی تالیفات تفسیر و حدیث تاریخ و فقہ اور سیر و انساب ہر موضوع پر ہیں، ان میں سے چند مشہور معروف تصنیفات یہ ہیں: (۱) کتاب کنز الامام فی السنن والاحکام (۲) انساب الحمدین الی الالباء والبلدان (۳) کتاب العوامی (۴) الکمال فی الرجال (۵) مناقب الامام الشافعی وغیرہ۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۴، وفیات الاعیان لابن خلکان، صفحات من صبر العلماء لابن عبد الفتاح ابی غنہ)

شیخ ابوالحسن القطان قزوینیؒ کے علمی اسفار (ولادت ۳۱۰ھ، وفات ۳۹۵ھ)

محدثین کرام کی فرخ انجام صفت میں ہمہ گیر شہرت و عزت کے حامل شیخ ابوالحسن القطان قزوینی کا نام بھی شامل ہے، آپ افریقہ کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے اور اپنے صلاح و تقویٰ، دیانت و امانت، نحو و صرف اور لغت کے علاوہ علوم و تفسیر و حدیث میں ملکہ و مہارت کے سبب محدث قزوین کہلاتے ہیں۔ علماء کرام اور محدثین عظام ان کا نام ادب و احترام سے لیتے ہیں، محدث قطان نے سنن ابن ماجہ کی سماعت براہ راست امام ابن ماجہؒ سے کی ہے اور بلا واسطہ ان سے حدیث رسول ﷺ کی روایت بھی کی ہے، جب کہ خود امام قطان سے روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے، انھیں تلامذہ میں ایک روشن نام امام ابوالحسن احمد الفارسی القزوینی کا ہے۔

امام قزوینی بھی وادی علم کے سیاح ہیں، ان کی زندگی کے قیمتی لمحات محدثین عصر اور ائمہ زمانہ کی جوتیاں سیدھی کرنے اور ان کے بحار علوم و فنون سے جرمہ کشی کرنے میں گزرے، قزوین، بغداد، کوفہ، صنعاء، یمن، رے، ہمدان، حلوان اور مکہ مکرمہ کے طویل تر پر مشقت علمی اسفار کیے، شہر بہ شہر، کوچہ کوچہ گھومتے رہے، محدث جلیل امام ابو حاتم الرازیؒ سے سماعت کی اور تین سال ان کی تربیت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے کمال کی قوت حفظ عطا فرمائی تھی، ان کے محبوب شاگرد شیخ ابوالحسن احمد الفارسی فرماتے ہیں کہ:

”میں نے خود اپنے شیخ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جب کہ وہ بہت بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے کہ: انھوں نے

اپنے علمی اسفار کے زمانہ میں ایک لاکھ حدیثیں یاد کر لی تھیں، پھر فرمایا کہ اب حافظہ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ ایک

حدیث یاد کرنا مشکل ہے، فرمایا کہ آج میری بیٹائی زائل ہو گئی ہے، شاید یہ میری ماں کی کثرت گریہ کی سزا ہے، میں اپنے علمی اسفار کے باعث والدہ کی خدمت میں زیادہ وقت نہیں دے پا رہا تھا، جب کہ والدہ کی خواہش رہتی تھی کہ میں ان کے پاس رہا کروں، مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان کی خدمت کا حق ادا نہ کر سکا، یہ کوتاہی علوم حدیث کی طلب کے شوق و جنون کے باعث ہوئی۔ (لامالی)

محدث قطان قزوینی صلاح و تقویٰ کے پیکر تھے، ایک تو مسلسل اسفار جس میں فرض روزہ بھی ترک کرنے اور بعد میں قیام کی حالت میں قضا کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، مگر وہ مسلسل تیس سال تک روزہ رکھتے رہے، صرف نمک روٹی سے افطار کرتے تھے، زہد اور قناعت کے نمونہ تھے، صبر و استقامت کے ساتھ ہر قسم کی تکالیف کا پامردی سے مقابلہ کرتے تھے اور اپنے شوق کی تکمیل کرتے تھے (بحوالہ معجم الادباء از یاقوت حموی ج ۱۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۳، الامالی)

آج جب کہ ہر طرف مدارس اسلامیہ کا جال بچھا ہوا ہے، کتب و راسیہ کے علاوہ ہر فن کی کتابیں میسر ہیں، قیام و طعام کا مفت نظم ہے، کون مرد مجاہد ہے جو احادیث رسول ﷺ کو حفظ کرنے کا شوق رکھتا ہے، کہنے کو تو شیخ الحدیث و شیخ الجامعہ کے منصب پر فائز ہزاروں علماء کرام پائے جاتے ہیں، مگر شاید وہ بایہ کسی کو ایک ہزار حدیث یاد ہوگی پھر اس پر راپوں کے حالات کی پوری تفصیل بھی ازبر ہو!

وہ نوادرات زمانہ گذر گئے جس کے وجود سے امت مسلمہ باعزت و باوقار تھی، وہ یکتائے روزگار اسلاف اب صفحات تاریخ کی زینت ہیں، ہم کو یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ ان کی سوانح حیات سے ہی دل کو گرمائیں۔

قَدْ خَلَتْ تِلْكَ السَّنُونَ وَأَهْلُهَا فَكَانَتْهَا وَكَانَتْهُمْ أَحْلَامُ

"وہ ماہ و سال اور اس کے باکمال لوگ گذر گئے، اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ عہد زریں اور اسلاف ایک خواب تھے۔"

☆.....☆.....☆

ہمہ وقت ذکر اللہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوا کرتے تھے جو دو آٹ میں ڈبو کر لکھا کرتے تھے، اور یہ قلم بھی چلتے چلتے گھس جایا کرتے تھے، ہم نے بھی بچپن میں استعمال کئے تو وہ چلتے چلتے گھس جایا کرتے تھے اور گھس جانے کے نتیجے میں چاقو سے اس کے اوپر قطر رکھتے تھے (چاقو سے تھوڑا سا حصہ کاٹ لیتے تھے، اس کو کہتے ہیں قطر رکھنا) تو وہ قطر رکھنا پڑتا تھا، تو حافظ ابن حجر تصنیف فرما رہے ہیں، لکھتے لکھتے قلم گھس گیا اور اس کے اوپر قطر رکھنے کی ضرورت پیش آئی، اتنی دیر تصنیف کا کام رک گیا تو قلم کو پکڑا، چاقو سے کاٹا اور قطر لگایا اور پھر لکھنا شروع کیا، یہ جوچ میں قلم پر قطر رکھنے کا وقفہ ہے یہ بھی بے کار جانا گوارا نہیں تھا، چنانچہ اس وقفہ میں ذکر فرماتا شروع کرتے اور کوئی لمحہ جو خالی ہو۔ اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتا تھا۔

☆.....☆.....☆